قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

الفضل

دُنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے ساتھ روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۲۵ جولائی ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ | نمبر ۶

مدینۃ المسیح

ہفتہ مختتمہ میں مندرجہ ذیل احباب فیوض دارالامان حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے۔

نعمت اللہ خان صاحب سرگودھا۔ فضل محمد صاحب ہرسیاں منصبدار صاحب بیری۔ غوث محمد صاحب گونیکی۔ قدرت اللہ صاحب بھیرو چیچی۔ کمال الدین صاحب اٹھوال۔ امام دین صاحب حسن محمد صاحب اسمٰعیل صاحب کمیر مال۔ مہر خان صاحب بیری۔ رحمت اللہ صاحب موضع بھٹیاں۔ ابراہیم قطب الدین صاحبان چکر۔ خیر الدین فضل محمد صاحبان بکریاں۔ احمد الدین صاحب کوٹ شاد عالم خان ۔

مندرجہ ذیل احباب مسجد اقصیٰ میں اعتکاف بیٹھے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب

اخبار احمدیہ

لنڈن کا خط مبلغ احمدیت قاضی عبداللہ صاحب بی۔اے بی ٹی حضرت اقدس کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ میں بڑے اُمیدوار دل اور بڑی جرأت کے ساتھ خدا کی محبت کے لئے تبلیغ کا کام کرتا ہوں۔ جن سے گفتگو کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچائی غالب آتی ہے۔ مخالف یا تو ٹال مٹول کرنا شروع کر دیتے ہیں یا پھر ملنے کا وعدہ کر کے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتے ہیں۔ حضور دعا فرماویں۔ کہ فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوں۔

ہائیڈ پارک میں ہر روز اتوار کو جاتا ہوں۔ لوگوں کے خیالات کے متعلق علم ہوتا ہے۔ میرے ملنے والے کہتے ہیں کہ یہاں کامیابی اگر ہوگی۔ تو عورتوں کے سرکل میں اور جب تک ان سے مصافحہ نہ کیا جاوے اور کھل کر ان سے گفتگو نہ کی جائے۔ وہ بات کچھ پسند نہیں کرتیں۔ مجھے ایسی کامیابی کی ضرورت نہیں۔ جس سے حضور کی ہدایات کی خلاف ورزی ہو ۔

گذشتہ اتوار کے روز ایک پادری سے ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت پر۔ بہت ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔ مگر جواب نہیں دے سکتا تھا۔ آخر میرے پتہ کا کارڈ لیا۔ اور پھر ملنے کا وعدہ کیا۔

ایک واقف سے کفارہ اور نجات پر گفتگو کی۔

ہائیڈ پارک میں ایک رومن کیتھولک اور دوسرا پروٹسٹنٹ سے گفتگو کی۔ جب بہت سارے لوگ جمع ہو گئے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک چھوٹی سی تقریر کی بندرہ بیس منٹ کی

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا)

یعنے باقی انبیاء کی کامیابی - اور خداوند مسیح کی کامیابی - اسپر وہ عیسائی چلے گئے - میرے ارد گرد یہودی اور ایتھی اسٹ جمع ہو گئے - جنھوں نے بڑی بحثیں کی - ہائیڈ پارک میں ایتھی اسٹ عیسائیت پر خوب حملے کرتے ہیں - میرا خیال ہے یہ ہمارے لئے بہتر ہیں - کیونکہ ان کے سابقہ بے ہودہ خیالات کا صفایا کرتے ہیں ؁

ایک مسلمان طالب علم بیرسٹر ملاقات کے لئے آیا - حضرت اقدس علیہ السلام کے بارہ میں ان کے دعوےٰ - ضرورت اور صداقت پر گفتگو کی - وعدہ کیا کہ میں ماننے کو تیار ہوں خدا تعالیٰ اسکو استقامت بخشے ؁

ماریشس کا خط

صوفی غلام محمدؐ صاحب بی - اے لکھتے ہیں - کہ یہاں سلسلہ حقّہ کے استیصال کے لئے ناخنوں تک زور لگایا گیا - اور لگایا جا رہا ہے - مگر ہماری پناہ صرف اللہ تعالیٰ ہے - اللہ تعالیٰ کا فضل ہے - کہ اس نے ہمیں حکومت برطانیہ کے نیچے پیدا کیا - اور اس کے رعب سے لوگ شرارت نہیں کر سکتے - ورنہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر - اسلام دنیا میں نہیں ہے صرف رسمی اسلام ہے - یقولون ولا یفعلون - اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد روز ہل بالکل احمدی مسجد سمجھی جاتی ہے - تمام موافق و مخالف یہی کہتے ہیں - جو ہم سے ابھی نفار رکھتے ہیں - انہوں نے عیدین اور تراویح کی خاطر ۲۳ جون سے ایک مکان کرایہ پر لے کر بطور مسجد کے استعمال کرنا شروع کیا ہے - جماعت خوب مستحکم ہو رہی ہے - اخلاص ترقی پر ہے - دلائل میں ان سے کوئی بات نہیں کر سکتا - یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے - کہ ہماری جماعت مجتہدانہ اصحاب کا طبقہ ہے - اور یہ ایک ایسا زبردست نشان ہے کہ لوگوں کے دلوں پر اثر کر رہا ہے - اور لوگ حیران ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس مولوی کے کہنے کا اثر ہو رہا ہے - اور پہلے مولویوں کے کہنے کا اثر چنداں نہیں ہوتا تھا - سورۂ مجادلہ انشاء اللہ شعبان میں ختم ہو جاویگی - اور رمضان میں پندرہواں پارہ درس کا شروع ہوگا - میں نے دیکھا ہے کہ جو لگاتار درس سنتا ہے - وہ ضرور احمدیت کو مان لیتا ہے - اب لوگوں نے یہ قسم کھائی ہے - کہ انکی بات کوئی نہ سُنے - ورنہ وہ جال میں پھنس جائیگا - اور پھر نکلنا بہت ہی مشکل ہوگا ؁

ڈسکہ میں تبلیغ

برادرم حسن محمد خان صاحب سمبڑیال سے تحریر فرماتے ہیں - میں ڈسکہ میں گیا - رات کو چودہری نصر اللہ خاں والی مسجد میں بعد نماز عشاء وعظ شروع کیا - تعداد حاضرین تقریباً پچاس کے تھی جسمیں اکثر غیر احمدی تھے - نزول و وفات مسیح کے مسئلہ کو خوب کھول کر بیان کیا گیا - سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا - لوگ ہمہ تن توجہ سے سنتے رہے ؁

جنازہ غائب

وٹیرنری اسسٹنٹ بھائی عطر دین صاحب اطلاع دیتے ہیں - کہ ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے - احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں - اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے بھی دعا فرماویں -

درخواست دعا

بھائی محمد علی صاحب کلیان پور سے اطلاع دیتے ہیں - کہ مخالفین تکلیفیں دینے میں بدستور زوروں پر ہیں - احباب ان کے لئے دعا فرماویں - خدا تعالیٰ ان کے مخالفین کو فہم عطا کرے اور حق بین بنا دے - آمین ؁

فتاویٰ احمدیہ

(از جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل)

سوال - کیا مگرمچھ - مینڈک اور کچھوا وغیرہ دریائی جانور بموجب شرع کھانے جائز اور حلال ہیں یا نہیں؟ اور باقی دریائی جانوروں میں سے کون کونسا جائز ہے مردہ دریائی جانور کی نسبت کیا حکم ہے - جو جانور قرآن شریف نے کھانا جائز یا ناجائز بتایا ہو - اور ہمارے ملک میں نہ کھاتے ہوں مگر دوسرے ممالک کے شرفا لوگ کھاتے ہوں - خواہ وہ جانور ہمارے خیال میں کیسا ہی مکروہ معلوم ہوتا ہو - اس کے متعلق کیا حکم ہے ؁

جواب - دریائی جانور حرام نہیں ہیں - لیکن مچھلی کے سوا باقی کسی دریائی جانور کو بغیر ذبح کئے کھانا جائز نہیں ہے - مینڈک کو ذبح کرنا حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے - ایسے جانوروں کو جو کبھی خشکی میں رہتے ہیں اور کبھی تری میں اور گندے بھی - ان کے سوا باقی دریائی جانوروں کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں مچھلی بغیر ذبح کے کھا سکتے ہیں - اور جن جانوروں کے متعلق شرعاً ممانعت ثابت نہیں - اور انہیں بعض علاقوں میں شرفا کھاتے بھی ہوں - وہ حلال ہیں - اور ان کے کھانے والے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ؁

سوال - ایک دوست کے اس سوال کے جواب میں کہ انکی ہمشیرہ کی شادی ان کے چچا زاد بھائی سے جو کہ غیر احمدی ہے کر دیگئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ لڑکی اب ہمارے گھر میں بیٹھی ہے نہ وہ طلاق دیتے ہیں - اور نہ رکھتے ہیں - دو برس سے ہم یہ دکھ اٹھا رہے ہیں - کیا کیا جائے ؟

جواب - فرمایا - ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر - ارشاد الٰہی ہے اب بجز بھی توبہ اور استغفار کے اور کیا علاج ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر تو کسی حالت میں بھی کوئی علاج نہیں ہے، دعاؤں سے کام لیں - اگر خلع کی صورت ہو سکے - یعنی لڑکا کچھ لیکر طلاق دینے پر راضی ہو جائے - تو اچھی بات ہے ورنہ اب آپ خرچ برداشت کریں - کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرما کر اس لڑکے کو راہِ راست پر لے آئے ؁

سوال - مسافر ایک گاؤں میں کتنے روز کے قیام تک دوگانہ نماز پڑھ سکتا ہے ؟

جواب - سفر کی حد ۱۴ روز ہے - اگر اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو - تو جس جگہ ٹھیرتا ہو - وہاں دوگانہ جائز نہیں - ہاں راستے میں آتے اور جاتے ہوئے دوگانہ ہی پڑھنا ہوگا

اطلاع

پرچہ ہذا سے ٹائٹل پیج پر کسیقدر تبدیلی کیگئی ہے - جو امید ہے ناظرین کرام کی پسندیدگی کا موجب ہوگی - ٹائٹل پیج پر فہرست مضامین درج کرنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے تاکہ پہلا صفحہ ہی تمام اخبار کے لئے آئینہ کا کام دیگے - (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۵ جولائی ۱۹۱۶ء

مستورات کو زیورِ علم سے مزیّن کرو

انسانی اخلاق واطوار کی درستی اور عمدگی کے لئے علم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جو اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو نہ صرف انسان کی اخلاقی حالت کو جلا کر دیتی ہے۔ بلکہ روحانیت سے بھی اس کو بہت بڑا تعلق ہے کیا ہی سچا مقولہ ہے کہ "بے علم نتواں خدا را شناخت" جاہل اور بے علم انسان کا روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنا تو الگ رہا۔ خدا تعالیٰ کو پہچاننا بھی مشکل ہے واقعہ میں ایک جاہل انسان بڑے ہی تاریک گڑھے اور ظلمت کدہ میں ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اس سے خدا کی رضامندی حاصل ہوگی یا عتاب۔ اس لئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک کام کو اچھا اور مفید سمجھ کر کرتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں اسے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے قدم قدم پر روک اور ٹھوکر ہوتی ہے۔ گو وہ زندہ نظر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت مُردوں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جس کا ظہور ہی اسی غرض کے لئے ہوا تھا۔ کہ وہ لوگ جو بظاہر زندہ ہیں۔ لیکن دراصل مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کو زندہ کرے اس نے علم حاصل کرنا ہر ایک انسان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کہلا کر کہ رب زدنی علما۔ اِس بات کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ کہ جب ہمارا رسول سب سے بڑا عالم انسان علم کا طالب ہے۔ تو اور کون ہے۔ جسے اسکی ضرورت نہ ہو۔ پس ہر ایک مومن خواہ مرد ہو یا عورت سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسلام نے اس کے لئے علم حاصل کرنا کیسا ضروری قرار دیا ہے۔

اس وقت میرا مقصد مردوں کی تعلیم کی ضرورت اور اس کے فوائد پر بحث کرنا نہیں۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آجکل ہر ایک انسان اس سے خوب واقف ہے، البتہ میں اپنی جماعت کو اسطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جسطرح مرد اپنے لئے علم حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی مستورات کو علم سکھانا بھی ضروری سمجھیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جسطرح مردوں کے لئے شریعت پر عمل کرانا ضروری رکھا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی اور جسطرح مردوں کو دنیاوی کاروبار میں تعلیم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی شریعت کے لحاظ سے تو سوائے تھوڑے سے تغیر کے مرد و عورت کے ایک ہی ایسے فرائض ہیں۔ البتہ دنیاوی حیثیت سے کچھ زیادہ اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف مستورات کو علم کی احتیاج سے مستغنی نہیں کرتا۔ بلکہ اور زیادہ حاجت مند قرار دیتا ہے۔ مثلاً عورت کے ذمہ انتظام اور تربیت اولاد دو ایسے فرض ہیں۔ جو بالکل نہیں تو بہت زیادہ اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی عورت جاہل ہونے کی وجہ سے خانہ داری کا سلیقہ نہ رکھتی ہو۔ تو مرد خواہ کیسا ہی کماؤ کیوں نہ ہو۔ اور کتنی ہی معقول آمدنی کیوں نہ رکھتا ہو۔ گھر میں ابتری اور بے رونقی ہی نظر آئے گی۔ اور گھر ایک ویران خانہ معلوم دیگا۔ کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ تاہم کسی چیز سے دل کو آرام اور آنکھوں کو سرور نہ ہوگا کیونکہ گھر کی رونق کا بڑھانا اور انتظام کرنا عورت ہی کا کام ہے۔ لیکن جب وہ جانتی ہی نہ ہوگی۔ تو انتظام کیا کریگی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت بے علم ہونے کے باعث پوری طرح اولاد کی تربیت اور نگہداشت نہ کر سکتی ہو۔ تو مرد خواہ کتنا ہی زور مارے۔ بچوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اولاد کی زندگی کا وہ حصہ جسمیں ان کی تربیت کی بنا رکھی جاتی ہے۔ ماں کی گود میں گذرتا ہے۔ لیکن جب ماں کو علم ہی نہ ہو کہ مجھے اسکو کیا سکھانا اور کسطرح تربیت دینا ہے۔ تو بچہ کسطرح کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد جب بچہ ماں کی گود سے نکل کر فرش خاک پر قدم رکھتا ہے تو بھی اکثر اوقات ماں ہی کے زیر اثر رہتا ہے۔ باپ سے اول تو اُسے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت کم۔ جو اس کی عادات واخلاق پر کچھ زیادہ اثر نہیں ڈال سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اولاد کے اخلاق و اطوار کا ذمہ دار ماں کو قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں آج کل اولاد کے غیر تربیت یافتہ ہونے اور گھروں کے ناقص انتظام کی ذمہ وار عورتیں نہیں بلکہ وہ مرد ہیں جو ان کی تعلیم وتربیت سے غافل رہ کر انہیں جاہل اور بے علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ مستورات کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے ہر وقت ایک نہ ایک سرپرست کے ماتحت رکھا ہے۔ بچپن میں والد کے اور اس کے بعد خاوند کے پس اگر اس کے سرپرست ہی اس کی تعلیم وتربیت سے غافل ہیں۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو تربیت دے سکے۔ اور نہ دینے کی صورت میں قابل افسوس قرار دی جائے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ عورتوں کو تعلیم دینے سے ان کے مزاج میں بجائے اطاعت اور فرمانبرداری کے تعلی اور رعونت آجائے گی۔ اس لئے وہ مردوں کی اطاعت شعار نہ رہینگی۔ یہ خیال کرنے والے لوگ اگرچہ ایک غلط خیال کے پابند ہو رہے ہیں تاہم وہ کسی حد تک معذور بھی ہیں۔ ان کا خیال غلط تو اس لئے ہے۔ کہ اگر تعلیم کی وجہ سے تعلی اور رعونت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کیا یہ مردوں میں نہیں پیدا ہوتی جبکہ ان میں عورتوں کی نسبت پہلے ہی بہت زیادہ ہے پس اگر یہ خیال درست ہے۔ تو چاہیئے کہ مردوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے سے باز رکھا جائے۔ لیکن کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ کبھی علم بھی کسی بدعنوانی کے پیدا ہونے کا موجب ہوتا ہے۔ ہر ایک یہی کہیگا۔ کہ علم وہ نور ہے۔ جو ظلمت اور تاریکی کے غبار کو اڑا کر انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیتا ہے۔ اور وہ روشنی ہے۔ جو ہر ایک بداخلاقی سے آگاہ کر کے باخدا انسان بنا دیتی ہے۔ پس اگر مستورات کو صحیح طور پر تعلیم دی جائے۔ تو بجائے اس کے کہ ان میں کسی قسم کا نقص پیدا ہو۔ بہت سی خوبیاں پیدا ہو جائینگی ہاں مستورات کی تعلیم سے خطرہ محسوس کرنے والے

لوگ اپنی اس رائے کے قائم کرنے میں معذور ہیں لئے ہیں۔ کہ ان کے پیش نظر ان غیر اقوام کی مستورات کے نمونے ہیں۔ جنہیں کہا جاتا ہے۔ کہ تعلیم کی بہت ترقی ہے۔ مثلاً پچھلے دنوں ایک ہندو اخبار نے اپنی قوم کے سامنے تعلیم نسواں کے متعلق مندرجہ ذیل انکشافات رکھے تھے کہ:-

"ایک دن ہمیں اپنے ایک مِتر (دوست) کے ساتھ اس کے دوست کے ہاں جانا پڑا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ تو میزبان نے نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ چونکہ آج کل اس کا والد بیمار ہے۔ اس لئے گھر میں کھانا تیار نہ ہوسکا۔ ہوٹل میں تشریف لے چلیں ہم نے اپنے دوست سے پوچھا۔ یہ معمہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا باپ بیمار ہے۔ اور کھانا تیار نہیں ہوسکا۔ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ کیا بتاؤں عجیب بات ہے۔ اسکی عورت کھانا پکانا نہیں جانتی۔ اس لئے اس کے بوڑھے باپ کو داڑھی جلانی پڑتی ہے"

(۲) "ایک پروفیسر صاحب کسی آریہ سماج کے جلسے پر گئے۔ ان کی استری (بیوی) بھی ساتھ تھی۔ آریہ سماج کے مندر میں جوتا اُتار کر جانا پڑتا تھا۔ لہذا پروفیسر صاحب نے اپنی بیوی کے بوٹ کے تسمے کھولے۔ اور پاؤں سے اُتارا"

(۳) "ایک تعلیمیافتہ دیوی کو ہم نے دیکھا اسکی آنکھوں پر عینک لگائی ہوئی تھی۔ میز پر ایک طشتری میں آٹا رکھا ہوا تھا۔ اور کرسی پر بیٹھی گوندھ رہی تھی"

ان واقعات سے ایک ظاہر بین انسان اسی نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ مستورات کو تعلیم نہیں دلانی چاہیئے۔ لیکن میں اس کے متعلق نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہتا ہوں کہ مستورات میں اس قسم کے نقص پیدا ہوجانا ان کی کسی فطری کمزوری کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم کا نقص ہے۔ جو مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اس قسم کے نقص پیدا ہونے کے بھی مرد ہی ذمہ دار ہیں نہ کہ عورتیں۔ اگر مستورات کو شریعت اسلام کے قواعد کی پابندی اور رعایت سے وہی تعلیم دلائی جائے۔ جسکی انہیں ضرورت اور حاجت ہے۔ تو ممکن نہیں کہ کوئی نقصان دہ بات پیدا ہوسکے۔ دیگر مذاہب کے لوگ بعض مذہبی وجوہات سے ان باتوں کا کوئی تدارک نہیں کرسکتے۔ جن کی وجہ سے مستورات کی عادات پر برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن اسلام ایک کامل مذہب ہے۔ اس کے مقرر کردہ قوانین ایسے کامل ہیں کہ ان کو مدنظر رکھ کر جو کام بھی کیا جائے۔ اسی سے فائدہ اور نفع ہی حاصل ہوتا ہے۔

آجکل کے مسلمان بھی چونکہ دین اسلام کے احکامات کی بہت کم پرواہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں وہ بھی نقصانات اُٹھانے سے نہیں بچ سکے۔ لیکن احمدی جماعت کو خدا کے فضل سے یہ فخر حاصل ہے۔ کہ اس نے ایک خدا کے برگزیدہ کی معرفت اسلام کے احکامات پر عمل کرنا سیکھا ہے۔ اس لئے احمدی جماعت اس قسم کے آفکرات [?] سے محفوظ اور مامون ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہماری جماعت کی توجہ مستورات کی تعلیم کی طرف ابھی تک خاص طور پر مبذول نہیں ہوئی۔ اس وقت تک ہماری جماعت کی مستورات میں تعلیم کی بہت کمی ہے۔ اس کے انسداد کی طرف بہت جلدی توجہ کرنی چاہیئے۔ جسقدر اور جس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔

گذشتہ سال کے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی مستورات کی تعلیم کے متعلق خاص طور پر توجہ دلائی تھی۔ اس کو عملی رنگ میں لانا جماعت کا کام ہے۔ میں نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہکر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ لوگ اپنی اولاد کو دیندار اور متقی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی نسل کو مہذب اور شائستہ بنانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اپنے بچوں کو عالم و فاضل بنانے کے متمنی ہیں تو اس کے لئے ان کی ماؤں کو عالم اور دیندار بنائیں۔ تا وہ جو تمہاری اولاد کی سب سے پہلی مگر سب سے بڑی اُستاد ہیں۔ ان کو تمہارے لئے باعث راحت بنا سکیں۔ کیونکہ بچوں کے لئے سب سے بڑی درسگاہ ان کا اپنا گھر اور بہترین معلم ان کے لئے انکی مائیں ہوتی ہیں۔ امید ہے کہ اس طرف ضرور توجہ کی جائیگی

ہم انشاء اللہ کسی پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی سالانہ جلسہ کی تقریر کا وہ حصہ جو مستورات کی تعلیم سے متعلق ہے "عالم نسواں" کے تحت میں درج کرینگے تا وہ احباب جنہیں جلسہ پر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یا جن کے دماغ میں وہ الفاظ محفوظ نہیں رہے۔ اپنی یاد کو تازہ کرلیں۔ نیز اسباب کا بھی اندازہ کرلیں۔ ... ... کہ حضرت خلیفہ ثانی اس کمی کو کسقدر سختی سے محسوس کررہے ہیں

خالصہ اخبار کی غلط بیانی

خالصہ اخبار میں ایک نوٹ بعنوان "خطاب نبوت سے مرزا صاحب قادیانی کا اخراج" شائع ہوا ہے۔ جسمیں وہ ہمارا اور لاہور پارٹی کا حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق اختلاف لکھتا ہوا تحریر کرتا ہے "پیغام صلح کے یہ الفاظ درحقیقت قابل غور ہیں۔ کیونکہ وہ شخص (مرزا صاحب) جس کے مُنہ سے نکلی ہوئی بہت سی باتیں بالکل جھوٹی ثابت ہوچکی ہوں وغیرہ وغیرہ"

خالصہ اخبار کا یہ دل آزار نوٹ جسکی بنا محض افترا اور غلط بیانی پر ہے۔ نہایت افسوس کے قابل ہے۔ وہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو دیکھتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھ کے شہتیر کو محسوس نہیں کرتا۔ کیا وہ باوا نانک کو اپنی مسلمہ کتب کی رو سے ہی ایک قابل تقلید انسان ثابت کرسکتا ہے۔ کیا اس کے گرنتھ صاحب اور دیگر مستند کتابوں سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت باوا نانک اسلامی احکام کا پابند حاجی اور نمازی قرآن خواں اور قرآن ہی کی عزت بیان کرنیوالا اور اسی کی طرف لوگوں کو بلانے والا صوم صلوٰۃ کے تارک پر لعنت بھیجنے والا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے اور پڑھانیوالا مسلمانوں اور مسلمانوں کے اولیاء سے ہی تعلق رکھنے والا اور انہی کے طریق پر چلہ کشیاں کرنیوالا اور اس کے خلاف ہندوؤں کے عقائد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والا اور ان کا کھنڈن کرنیوالا تھا۔ اور کیا خالصہ صاحبان جب ان باتوں کا کوئی جواب نہیں بنتی [?] دیکھئے۔ تو یہ کہکر کہ باباصاحب ہندوؤں میں جاکر ہندو اور مسلمانوں میں جاکر مسلمان بنجاتے تھے۔ باباصاحب کی شخصیت پر اپنے منہ سے ایک ایسا الزام نہیں لگاتے جو ایک خدارسیدہ انسان کی شان کے بالکل منافی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ خالصہ اخبار کا ایڈیٹر جو خود ایک ایسے شخص کا معتقد ہونے کا مدعی ہے جو بقول اس کے با مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کا مصداق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان مقدس کے متعلق بغیر کسی ثبوت کے ایسی ایسی لایعنی باتیں لکھتا ہے

ووکنگ مشن اور ہم

نمبر ۳

پیغام صلح کی تازہ اشاعت میں میرے متعلق دو نوٹ شائع ہوئے ہیں۔ ایک میں تو سوائے تمسخر اور دیدہ دانستہ غلط بیانی کرنے کے اور کچھ نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں ایک مضمون کا ہیڈنگ چودہ دن تک سوچتا رہا۔ بالکل جھوٹ ہے۔ اگرچہ اسمیں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور ممکن ہے کہ کبھی کسی لکھنے والے کو ایسا موقعہ پیش آجاوے کہ کئی دنوں تک وہ اپنے مضمون کی سرخی قایم نہ کر سکے۔ اسلئے اگر ایسا ہوتا بھی۔ تو یہ بات قابل ذکر نہ تھی ؛

مجھے تعجب ہے۔ کہ ایڈیٹر پیغام کو ایسا اہلکاپن دکھلانے سے شرم نہیں آتی تم کیا تمہارے تو بڑے گورو تھڈل نے کہا تھا۔ کہ میاں صاحب کو روپیہ کہاں سے ملیگا۔ اور پھر کام کے لئے آدمی کہاں سے ملیں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا کیا۔ کہ وہ لوگ جنکو تم حقیر سمجھتے تھے۔ انہیں عزت دیگی اور جنکو تم نکمے سمجھتے تھے۔ ان سے ایسا کام لیا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے احمدی جماعت دنیا میں پہلے کی نسبت اب زیادہ کام کر رہی ہے جنکو تم گونگے کہتے تھے انکو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم اور بولنے کی طاقت بخشی۔ کہ تمہارے امیر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ؛

مولوی صدر الدین نے قادیان میں کہا۔ کہ میں (فتح محمد) گونگا ہوں۔ عربی اور انگریزی کے علم کیا کر سکتے ہیں۔ جب بولنا ہی نہ آئے۔ اور خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ میاں صاحب کو آدمی کہاں سے ملیں گے۔ مجھے تو تعجب آتا ہے کہ وہ کونسا کام ہے۔ جو تم کر رہے ہو۔ اور ہم نہیں کر رہے ہیں یہ ایک موٹی بات ہے کہ جو کام ایک آدمی کر سکتا ہے۔ اس کو دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ تو پھر آپ اسقدر تکبر اور شوخی سے کیوں کام لیتے ہیں۔ میں نے انگلستان میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک قلیل مدت میں اسقدر لکچر دیئے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب دونو کے لکچر ملا کے ان کی تعداد بڑھی ہوئی ہے۔ حالانکہ میرے کام کرنے کی مدت نہایت ہی قلیل تھی۔ جو دو سال سے بھی کم ہے۔ کیونکہ دو سال اور آٹھ ماہ جو میں ولایت میں رہا ہوں۔ اس میں سے دس ماہ خواجہ صاحب کے ساتھ گذر گئے۔ جنمیں مجھے کام کرنے یا لکچر دینے کا موقعہ بہت ہی کم ملا۔ یہ بالکل صحیح بات ہے۔ کہ خواجہ صاحب جسطرح کا کام مجھ سے لینا چاہتے تھے۔ وہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خواجہ صاحب مجھ سے کسی نامعلوم وجہ سے لینا نہیں چاہتے تھے۔ یا لے نہیں سکتے تھے یہاں تک کہ میری طرف سے اس تحریک پر کہ ووکنگ کے سکول کے ہیڈ ماسٹر کی دعوت کی جاوے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ نہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ کسی کے گھر جائیں۔ نہ ہمیں یہ ضرورت ہے کہ کسی کو گھر پر بلائیں۔ اور دعوت کریں۔ دوسرے الفاظ میں اس کے یہ معنے تھے۔ کہ نہ میں کسی کے ملنے کو جاؤں اور نہ کوئی آئے ؛

جہاں تک ہو سکا میں نے ایسی باتوں میں خواجہ صاحب کی اطاعت کی۔ اور کئی ماہ تک ووکنگ میں میرا نکما رہنے کی وجہ در اصل یہی اطاعت تھی۔ یہ بات یہاں تک بڑھ گئی۔ کہ آخر سیدنا خلیفۃ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے لکھا کہ ہمیں تعجب ہے۔ کہ تم کسی رنگ میں بھی مفید ثابت نہیں ہوئے۔ اور کسی قسم کا کام نہیں کر سکے میں نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ اگر میں یہ لکھوں کہ اس کی وجہ خواجہ صاحب ہیں۔ جو مجھ سے مناسب کام نہیں لیتے۔ تو اس بات کا ماننا حضرت مرحوم مغفور کے لئے ذرا مشکل ہوگا۔ اور اسمیں سوائے شکایت اور جھگڑے کے اور نتیجہ نہیں نکلیگا۔ اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی۔ کہ خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر کوئی کام شروع کردوں۔ اس لئے میں نے ووکنگ کی مسجد میں لکچروں کا سلسلہ جاری کرنے کی تجویز کی خواجہ صاحب کے سامنے میں یہ تجویز کئی بار پیش کر چکا تھا۔ لیکن جب کبھی بھی میں نے اسکو پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے ٹالدیا اور رد کر دیا ؛

اس مرتبہ میں نے یہ مناسب سمجھا۔ کہ خواجہ صاحب کی اجازت کے بغیر ہی میں مسجد ووکنگ میں لکچر شروع کردوں۔ چنانچہ میں نے ایک دوست سے پانچ شلنگ لیکر پچاس اشتہار چھپوائے۔ اور مطبع سے لیتے ہی میں نے قریب ووکنگ کے گاؤں میں جگہ بجگہ چسپان کر دیے۔ اس اشتہار میں لکھا تھا کہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر اگلے اتوار کو لکچر ہوگا۔ اور اس میں گاؤں کے سب لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ خواہ وہ کسی پیشے اور حیثیت کے ہوں۔ اور اسمیں یہ بھی لکھا گیا تھا۔ کہ لکچروں کا سلسلہ جب تک خدا چاہے جاری اور قایم رکھا جائیگا۔ بیس کے قریب اشتہارات چسپان کرنے کے بعد باقی میں نے خواجہ صاحب کے سامنے لاکر رکھدیئے خواجہ صاحب کو جب یہ علم ہوا۔ کہ اس قسم کے اشتہار چھپ کر تقسیم بھی ہو گئے ہیں۔ تو چہرے پر فکر اور رنج کے آثار نمودار ہوئے۔ ایک رنگ آتا تھا۔ اور ایک جاتا تھا۔ کہنے لگے۔ یہ سخت غلطی ہوئی ہے اور اب اسکا کوئی علاج بھی نہیں ہو سکتا۔ خواجہ صاحب کو یہ خیال تھا۔ کہ لوگ بلوہ کر کے ہمیں ووکنگ سے نکال دیں گے۔ اور ممکن ہے کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ جائے۔ آخر آپ نے چند انگریز نومسلم دوستوں کو بلایا۔ اور ان سے مشورہ لیا۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو اور بھی ڈرایا۔ یہاں تک کہ خوف سے خواجہ صاحب کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور لکچر کے دن سے ایک دو دن پہلے آپ کی چک (یہ پنجابی لفظ ہے اور ایک قسم کا درد ہے جو کمر میں ہوا کرتا ہے) بھی نکل گئی۔ اس لئے آپ مسجد میں تشریف بھی نہ لے جا سکے۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مسجد میں لکچر جاری کرنے اور پہلا لکچر دینے کا موقعہ دیا ؛

ورنہ چونکہ خواجہ صاحب کا گمان تھا۔ کہ میں بالکل نکما آدمی ہوں۔ اور مولوی صدر الدین کا خیال تھا۔ کہ میرے منہ سے بات بھی نہیں نکل سکتی۔ اس لئے غالباً وہ مجھے بولنے کا موقعہ نہ دیتے۔ تین بجے جب میں مسجد میں گیا۔ تو کوئی ساٹھ کے قریب وہاں مرد اور عورت جمع تھے۔ اور تمام لوگ بڑے آرام اور ادب سے پچاس منٹ تک میرے لکچر کو سنتے رہے۔ حاضرین میں ایک پادری صاحب بھی تھے۔ انہوں نے چند ایک اعتراض

بھی گئے۔ جنکا جواب دے دیا گیا۔ اور بعض اور لوگوں نے بھی باتیں پوچھیں۔ ان کی تسلی کردیگئی۔ چونکہ اسلام کے موٹے موٹے اصولوں پر نہایت ہی عام فہم اور دلچسپ پیرایہ میں گفتگو کی گئی تھی۔ اس لئے حاضرین نے اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا۔ جب خواجہ صاحب کو اس تمام کیفیت کا علم ہوا۔ تو دوسرے اتوار کو بنفس نفیس لکچر دینے کی تیاری شروع کی۔ چنانچہ دوسرے اتوار کو خواجہ صاحب نے خود وہاں لکچر دیا۔ پہلے لکچر کی دلچسپی کی وجہ سے لوگوں کا شوق اسقدر بڑھ گیا تھا۔ کہ اس اتوار کو لوگوں کی تعداد پہلے سے بھی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کئی ایک مرد و عورت باہر دروازے میں ہی کھڑے رہے۔ مسجد ووکنگ میں میرا پہلا لکچر دراصل آخری لکچر تھا اس کے بعد خواجہ صاحب نے پھر مجھے لکچر کا موقع نہیں دیا۔ پہلے لکچر کا موقع ملنے میں بھی ایک حکمت الٰہی اور خاص تصرف اللہ تعالیٰ کا معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ کو معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ آخر مجھ پر بیجا اعتراض اور ہنسی کریں گے۔ اس لئے اس نے اپنے خاص تصرف سے ایسا کیا۔ کہ میرے اس لکچر کے دلچسپ اور کامیاب ہونے کے متعلق خواجہ صاحب کے خطوط اور تحریروں میں بھی ذکر آگیا۔ تاکہ بعد میں ان لوگوں کی اپنے ہاتھ کی تحریریں انہی کی افواہوں کی تردید کریں۔ اب ایک بے وقوف سے بیوقوف آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے پہلے لکچر میں کامیابی دی۔ تو پھر اگر مجھے موقعہ دیا جاتا۔ تو کیا میں ترقی نہ کرتا۔ لیکن میری تعلیم و تربیت کی کمی تو تھی۔ بعض لوگوں کو میرے وہاں ہوتے ہی خواجہ صاحب نے لنڈن سے بلوا کر لکچر دلوائے جن میں دوسروں کی نقل اور سوائے خشک لفاظی کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ کاش کہ خواجہ صاحب اور ان کی پارٹی میری اس بات کی قدر کرتی۔ کہ میں نے ان کی مرضی اور رائے کے خلاف لکچروں کی ابتداء کرکے ووکنگ میں تبلیغ کا دروازہ کھولدیا۔ ورنہ ووکنگ کی مسجد اب تک جہانتک پبلک کا تعلق ہے مقفل ہی پڑی رہتی۔ کیونکہ خواجہ صاحب کی

بزدلی کی وجہ سے لوگوں کا خوف ان پر اسقدر طاری تھا۔ کہ وہ مرکز یعنے ووکنگ میں تبلیغ کرنا خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔

اگر لاہوری جماعت میں شکر گذاری کا مادہ ہوتا تو ان کے لئے تو میری اسقدر ہی خدمت اسلام کافی تھی۔ کیونکہ ووکنگ کے مشن کی بات تب ہی بنی جب وہاں لکچر شروع ہوئے۔ لیکن جب انسان خواہ مخواہ الجھنا چاہے۔ تو اسکا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

اس ووکنگ کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ لوگوں کے دل کسقدر نبوت کے رنگ میں رنگین ہیں۔ یا کسقدر آپ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہیں۔ نبی کریم نے جب تبلیغ شروع کی۔ تو پہلے مکہ میں ہی شروع کی۔ اور جسقدر ہمسائیگی یا رشتہ داری کی وجہ سے قریب تھا۔ اسی قدر ان کو تبلیغ بھی زیادہ شد و مد سے کی۔ لیکن ہمارے خواجہ صاحب ہیں۔ کہ مرکز میں کام کرنے سے ہی جان جاتی ہے۔

فاروق کے متعلق جو آپنے حوالہ دیا ہے اور آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مارچ کے فاروق میں چھپا ہے۔ اس میں اگر آپکے دل میں خدا کا خوف ہوتا۔ تو اتنا تو معلوم کر لیتے۔ کہ میں یہاں پہنچا کب ہوں۔ میں ۳۰۔ مارچ کو قادیان میں پہنچا ہوں۔ اور وہ تحریر اس سے پہلے شائع ہو چکی تھی۔ اور دوسرا امر اس میں یہ ہے۔ کہ اسمیں میرا اور مولوی صدرالدین کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور نہ میں اسکا راوی اور بیان کرنے والا ہوں۔ اگر آپ اور آپ کی جماعت کے اہل الرائے اس بات کو پسند کریں۔ تو اسپر بھی کھول کر لکھدیا جائیگا۔ ورنہ میں تو ایسے جھگڑوں سے دور ہی رہنا چاہتا ہوں۔ آپ بجائے اس کے کہ مجھ پر ایک جھوٹا الزام لگاتے اور مجھے اور حضرت میاں صاحب کو خواہ مخواہ گالیاں دیتے۔ آپ کو چاہئے تھا۔ کہ آپ ایڈیٹر "فاروق" کو مخاطب کرتے اور ان سے تسلی کروا لیتے۔ یہ مجھے خواہ مخواہ ملوث کرنے کی

کوشش کی گئی ہے۔ اس کی حکمت عملی کو بھی میں خوب جانتا ہوں۔ مجھ پر برخ تو کسی اور بات کا ہے۔ اور نکالا کسی اور طریق سے جاتا ہے۔ (باقی پھر سہی) (فتح محمد)

(چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے مبلغ انگلستان)

تعلیم الاسلام سکول اور بورڈنگ ہوس

"ہمارے پاس میاں محمد بشیر خان خلف چوہدری محمد حیات خانصاحب سب انسپکٹر پولیس نے جو تعلیم الاسلام کا طالبعلم اور بورڈنگ ہوس میں اقامت گزین ہے سکول اور بورڈنگ کے اعلیٰ انتظام کے متعلق ایک مراسلت بھیجی ہے چونکہ ایک طالبعلم کی زبانی اپنی تعلیم و تربیت کی کہانی زیادہ موثر ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسکا کچھ اقتباس ہم درج ذیل کئے دیتے ہیں۔ تا ان احباب کے لئے جنہوں نے اپنے لڑکے یہاں نہیں بھیجے۔ اور ان طلباء کے لئے جو یہاں نہیں پہنچے۔ باعث تحریص ہو۔ (ایڈیٹر)

ناظرین! یہ بات آپ پر مخفی نہیں۔ کہ قادیان وہ شہر ہے جہاں پر ایک خدا کا پیارا رسول آیا۔ اور اس نے آکر اسکا نام تمام دنیا میں روشن کردیا۔ یہاں ایک مدرسہ جاری ہے۔ جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک بورڈنگ ہوس ہے۔ میں آپ صاحبان کی توجہ اس کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں تا کہ جو لوگ اس سے محروم ہیں۔ وہ جلد اس سے فائدہ اٹھا دیں۔ اور اپنے عزیزوں کو ان بے بہا موتیوں سے متمتع کریں۔ جو ان کو یہاں پر آنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے لئے دین و دنیا میں مفید اور بابرکت ہیں۔ میں یہ حلفاً کہتا ہوں۔ کہ یہ بورڈنگ ہوس کیا بلحاظ انتظام اور کیا بلحاظ عمدگی کے دیگر بورڈنگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ میں یہ سچ کہتا ہوں۔ کہ میں نے ایسا انتظام جیسا کہ یہاں ہے اگر دیکھا ہو کہیں بھی نہیں دیکھا۔ مجھے اس جگہ پر آئے ہوئے کوئی تین ماہ کا عرصہ گذر گیا ہے میں نے اس مدت میں جو دیکھا وہی اعلیٰ اور بے مثل دیکھا۔ اور اس کے انتظام کو دیکھ کر ایسا خوش ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے میں نے یہی خیال کیا کہ میں ابھی اسلامی زندگی میں داخل ہوا ہوں۔ اور مجھ ابھی معلوم ہوا۔ کہ مسلمانی اور اسلام کیا چیز ہے۔ میں آپ صاحبان کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ ضرور اپنے لڑکوں اور عزیزوں کو یہاں روانہ فرمادیں۔ تا کہ آپکے لڑکے اور عزیز دین اور دنیا دونوں میں کامیاب ہوں۔ اور آپکے لئے ہر وقت دعا کریں۔ کہ ہمارے

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندو تھے یا مسلمان

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور)

جو دوست نور کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔ ان سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہوگا۔ کہ اس امر پر کافی و داقی بحث ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ کہ از روئے گرنتھ جنم ساکھی داراں بھائی گورداس جی اور سکھ صاحبان کی دیگر مسلمہ کتب کی بنا پر حضرت باوا صاحب وابستہ اسلام معلوم ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں خالصہ اخبار کے ایک مضمون کے جواب میں مینے چند دلائل گرنتھ صاحب سے حضرت باوا صاحب کے اسلام کے متعلق دئے تھے۔ بہتر ہوتا۔ کہ خالصہ اخبار کا محقق ایڈیٹر ان شلوکوں کے ہونے یا نہونے ماننے یا نماننے کے متعلق اپنی قلم کو حرکت دیتا۔ مگر اس نے صرف یہ کہکر ٹالدیا ہے۔ کہ ہم اپنے کسی آئندہ اشو میں ان گرنتھ صاحب کے شلوکوں کے متعلق جواب دیں گے۔ اس کے بعد خالصہ اخبار کے بہادر ایڈیٹر کو یاددہانی بھی کرائی گئی۔ مگر اس نے خاموشی میں ہی مصلحت سمجھی۔ اب پیغام صلح کے کسی مضمون کا جواب دیتے ہوئے خالصہ اخبار نے خواہ مخواہ مجھے بھی پلیٹنے کی ناروا کوشش کی ہے۔ میرا منشا رنہ تھا۔ کہ بھاگتے ہوئے مدمقابل کا تعاقب کیا جاتا۔ مگر بھاگتے ہوئے حریف نے کچھ فاصلہ پر جاکر پھر مجھے تعاقب کرنے کی دعوت دی ہے۔ جو بخوشی منظور کی جاتی ہے۔ ع -

ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئے

یہ امر تو مسلمہ فریقین ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندو نہ تھے۔ اس کے لئے نہ مجھے خامہ فرسائی کی ضرورت اور نہ خالصہ اخبار کے ایڈیٹر کو ڈیفنس کی حاجت۔ اب لے دے کر یہ سوال آرہتا ہے۔ کہ اگر باوا صاحب ہندو نہ تھے تو پھر کیا وہ وابستہ اسلام تھے۔ یا ان ہر دو مذاہب سے الگ تھلگ۔ کیونکہ حضرت باوا صاحب کے زمانہ میں زیادہ تر ہندوستان میں دو ہی مذہب رائج تھے

ہندو دھرم یا اسلام +

اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ہندوازم سے الگ ہوکر حضرت باوا صاحب نے کس مذہب کی شرن لی۔ یا اپنا کوئی الگ مذہب نکالا۔ کیونکہ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل یا تو کسی پرانے مذہب کا تبتع۔ دوم۔ کسی نئے مذہب کا آغاز۔ ان کے علاوہ اور کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی۔ اب یہ بات تو صاف ظاہر ہے۔ کہ ایک الگ مذہب نکالنے کے لئے جسطرح روحانیت کی ضرورت ہے ویسے ہی شریعت کی بھی۔ روحانیت اور شریعت دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم کہیں دور نہیں جانا چاہتے۔ سکھوں کے ایک معزز اخبار اور خالصہ اخبار کے عزیز بھائی لائل گزٹ کی شہادت ہی کافی و وافی ہو گی۔ لائل گزٹ اپنے ۲- جولائی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ

"شریعت مژگان ہے اور مذہب آنکھ"

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ بغیر مژگاں کے آنکھ سلامت ہی نہیں رہ سکتی۔ اس سے شریعت کی اہمیت سمجھ لو۔ پس جسطرح ہر ایک مذہب کے لئے شریعت نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ اسی طرح اس کی ضرورت اور لازمیت اگر باوا صاحب نے کوئی الگ مذہب نکالا۔ تو اس پر بھی بجہاں اثر رکھتی ہے۔ تو دریں حال گرنتھ میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ فلاں کے ساتھ شادی کرنا جائز اور فلاں کے ساتھ ناجائز۔ گرنتھ میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ انہوں کے ساتھ یہ سلوک اور غیروں کے ساتھ یہ برتاؤ۔ گرنتھ میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ رعایا کے بادشاہ پر یہ حقوق اور بادشاہ کے رعایا پر یہ حقوق۔ گرنتھ صاحب میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ فلاں چیزیں حلال اور فلاں حرام وغیرہ اگر شریعت کے یہ موٹے موٹے امور گرنتھ صاحب میں ہیں۔ تو ہم تسلیم کرلیں گے۔ کہ شری باوا صاحب نے کوئی الگ مذہب نکالا۔ لیکن جاؤ! گرنتھ صاحب کا ورق ورق دیکھو۔ دیگر کتب کا مطالعہ کرو۔ آپ اشارۃً اور کنایتاً بھی کہیں شریعت کا ذکر نہیں پاؤگے دریں حال یہ کہنا۔ کہ حضرت باوا صاحب نے الگ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ صریح خلاف واقعہ نہیں تو اور کیا ہے۔

آؤ اب ہم ذرا ٹھنڈے دل سے گرنتھ اور جنم ساکھی سے اس امر کا پتہ لگائیں۔ کہ حضرت باوا صاحب اسلام اور عقائد اسلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ خالصہ اخبار اور دیگر سکھ صاحبان کے نزدیک بھی شری گرنتھ صاحب کا درجہ افضل ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ اس لئے ہم اپنے دوستوں کی خاطر فی الحال جنم ساکھی وغیرہ کو چھوڑ کر شری گرنتھ صاحب پر ہی اپنے دعوے کا مدار رکھتے ہیں۔ کہ شری گرنتھ صاحب میں اسلام اور عقائد اسلام کے متعلق کیا لکھا ہے۔ آیا گرنتھ صاحب عقائد اسلام کی تائید میں ہے یا تردید میں۔ یہ نیک خیال لیکر جب ہم شری گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ تو شری گرنتھ صاحب کے چھوٹے سائز کے صفحہ ۲۱ شلوک ۲۵ میں حضرت باوا صاحب کا یہ قول مبارک لکھا پاتے ہیں۔ شری راگ محلا پہلا +

عمل کر دھرتی بیج شبد کر سچ کی آب نت دے پانی
ہو کرسان ایمان جمائیلے بہشت دوزخ موڑا ایہہ جانی
مت جان شاہ گلی پایا مال کے تالے روپ کے تتے ات یہ جنم گنوایا
عیب تن چکڑ وبہ من مینڈکو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنور استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھے جاں نہ بجھائی
آکھن سنناپون کی بانی ایہہ من رتا مایا۔
خصم کی ندر دلہیں ایندی جنہیں اِک کر دھیایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال دھن کس کو سنجائی

ترجمہ :- اعمال کی زمین کو صاف کر اور حق نام کا بیج بو اور سچائی کا پانی دے۔ ایمان کو مضبوط کرکے کاشتکار بن بہشت اور دوزخ کو جان لے۔ اپنے اعمال کا نتیجہ یہ کبھی بھی یقین نہ کر کہ خدا تعالےٰ صرف باتوں سے ہی ریجھ جائیگا۔ حصول باری کے لئے اعمال حسنہ کی ضرورت ہے۔ اگر تو اپنے حسن و دولت و زر پر غرور کرتا ہے۔ تو گویا اپنی زندگی کو برباد کرتا ہے خوبصورتی اور مال وغیرہ آخر اس کے دیئے ہوئے ہیں۔ تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے۔ تیرے ہی عیب اُس میں مینڈک کیا ہے۔ تیرا ہی دل ہائے تونے جان بوجھ کر بھی اُس گل نیلوفر کی قدر نہیں جانی جو تیرے سینہ میں شگفتہ ہو رہا ہے۔ اس بھول

پر بھنورا کیا ہے۔ تیرا ہی استاد جو ہمیشہ تجھے مفید ہدایات دیتا ہے۔ تو کبھی نہ سمجھتا۔ اگر اسقدر بھی وہ تجھے نہ سمجھاتا۔ نام حق کے بغیر کہنا اور سننا گویا اپنی عمر کو لہو و لعب میں ضائع کرنا ہے۔ آہ یہ دل لذات محسوسات میں پھنس رہا ہے۔ وہی لوگ سچے اور خداوند تعالےٰ کے منظور نظر ہیں۔ جو اُس وحدہٗ لاشریک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس نیت سے کہ اللہ شیطانی وساوس سے محفوظ رکھے ؎

اب اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے ایکسچے آدمی کے نکتہ خیال سے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی سے بڑھ کر اور کوئی راحت بخش امر نہیں ہوسکتا۔ سو حضرت باوا صاحب نے مذکورہ بالا شلوکوں میں اس امر کو نہایت وضاحت اور صراحت سے صاف کردیا۔ کہ وہی لوگ خدا کے منظور نظر اور مقبول بارگاہ ایزدی ہیں۔ جو ایک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے۔ اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ آئیے اب اور دیکھئے۔ کہ نجات اور مکتی سے بڑھکر ایک مذہبی شیدائی کے لئے کوئی نعمت غیر مترقبہ نہیں ہوسکتی۔ آؤ ہم یہ دیکھیں۔ کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک نجات کا دروازہ کس مذہب میں کھلا ہے۔ اور کس مذہب میں داخل ہو کر انسان نجات ابدی اور راحت دائمی حاصل کرسکتا ہے۔ نجات یا مکتی ایک مذہبی آدمی کی جدو جہد اور ساعی جمیلہ کا آخری نکتہ ہوتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل ترین چیز کو حاصل کرنے کے لئے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مخلوق کو کس دروازہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں جسمیں داخل ہو کر اُسے نجات یا مکتی جیسی نعمت غیر مترقبہ چیز حاصل ہوسکتی ہے۔ سو اس کے متعلق حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں ؎

ہوئے مسلم دین مہانے
مرن جیون کا بھرم چکانے

اے زندگی کی کشتی کو بھنور میں سے چلانے والے ناخدا! اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تمہیں اس دنیا کی تکالیف سے نجات ابدی اور راحت دائمی نصیب ہو تو اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس نعمت غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کے لئے ایک اور ایک ہی راہ ہے۔ وہ کیا کہ سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر مسلم ہوجاؤ۔ اب دیکھئے یہ کسقدر صاف اور کھلا کھلا ثبوت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے

ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

پھر اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ حضرت باوا صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

دوزخ پونسے کیوں رہیں جاں چیت نہ رسول

یعنے لوگ دوزخ میں کیوں ڈالے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جو رسول یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نصائح کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ تو ہے اسلام اور عقائد اسلام کا فتوےٰ گرنتھ صاحب سے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا جو نہایت ہی مختصر سے مختصر الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ آؤ اب اس سے نیچے اتر کر ذرا واراں بھائی گورداس جی کی اوراق گردانی کریں جو ہمارے سکھ صاحبان کے نزدیک شری گرنتھ صاحب کی کلید ہے۔ دیکھیں اس معتبر کتاب میں حضرت باوا صاحب اسلام اور عقائد اسلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ صفحہ ۱۳

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصاء ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلےٰ دھاری
بیٹھا جائے میت وچ جتھے حاجی حج گذاری

مطلب :- پھر باوا صاحب عازم حج ہوئے نیلے کپڑے پہن کر ولی بن کر بغل میں قرآن شریف ہاتھ میں وضو کرنے کے لئے کوزہ اذان دیتے ہوئے اور نماز پڑھنے کے لئے دوسری بغل میں مصلےٰ اب ذرا ایسے شخص کا حلیہ اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ۔ جو بغل میں قرآن شریف لیکر ہاتھ میں وضو کے لئے کوزہ اور نماز پڑھنے کے لئے مصلےٰ بغل میں دبا کر عازم حج ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو ہم ہندو کہیں گے یا مسلمان؟ خالصہ اخبار کا ایڈیٹر بھی ذرا انصاف سے جواب دے۔ پھر سکھوں کی معتبر کتاب تاریخ گورو خالصہ کے صفحہ ۵۵ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باہجوں نام خدا یدے ہوسیں بہت خوار

یعنے اللہ تعالےٰ کے نام کی جمع کرو سچے سیتا رام جے سیتا رام یا اونگ اونگ کرنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے سے ؎

حضرت باوا صاحب کے اسلام کے متعلق لاانتہا اثبات پیش کئے گئے۔ اور کئے جاسکتے ہیں۔ مگر فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اہل تدبر کے لئے یہی کافی ہے۔ کیونکہ اگر باوا صاحب نے کوئی الگ مذہب نکالا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ شریعت بھی الگ ہوتی۔ جس کے بغیر کوئی مذہب مذہب نہیں رہ سکتا۔ جسطرح بقول ایک سکھ اخبار کے بغیر مژگاں کوئی آنکھ آنکھ نہیں رہ سکتی۔ مگر مسائل شریعت کے متعلق گرنتھ صاحب اور دیگر کتب خاموش ہیں۔ اور چاہیئے تھا۔ کہ اگر باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندوازم اور اسلام ہردو سے الگ ہوتے۔ تو جسطرح باوا صاحب نے ہندوؤں کے مسلمہ عقائد وید سمرتی پران جاتی ورن۔ اوتار۔ دیوی دیوتا۔ مورتی پوجا۔ سندھیا ترپن۔ سوتک پاتک۔ یگ ہون۔ وغیرہ کی تردید کی ہے اسی طرح اسلام کے مسلمہ عقائد کی بھی تردید ہی کرتے مگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ کالے کوسوں کی مسافت کو طے کرکے حج کو وہ جاتے ہیں۔ حج کے سفر میں مصلےٰ نماز پڑھنے کے لئے وہ رکھتے ہیں۔ کوزہ وضو کے لئے ہر وقت وہ اپنے پاس رکھیں۔ اذان دیتے جائیں۔ اور نماز کی اشد ترین پابندی کریں۔ اور علے الاعلان یہ کہیں۔ کہ وہی خدا کے مقبول بندے ہیں۔ جو ایک کی پوجا کرتے اور تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اب ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ اسکا سے سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب کا کیا عقیدہ تھا ؎

مانو نہ مانو صاحب من اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

ایک آریہ مشنری کی عربی دانی اور اُس کی پردہ دری

کیا قرآن کو یونہی بےنظیر مان لیا گیا تھا

اخبار مسافر آگرہ میں ایک آریہ مشنری کی قلم سے ایک مضمون قرآن کریم کے متعلق شائع ہوا ہے۔ جس میں گرامر کی غلطیاں بتانے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ان غلطیوں کا مسلمانوں کی نظر سے چھپے رہنے کا باعث یہ ہے۔ کہ ابتدا میں مسلمانانِ عرب و عجم نے اپنے بھولا پن سے اندھا دھند آنحضرت (صلعم) کی باتوں پر سر تسلیم خم کیا۔ اور آپ نے جو کچھ کہا۔ اس کی قطعاً تحقیق نہ کرتے ہوئے بلا چون و چرا مان لیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

"وہ (مسلمان) آپکے (آنحضرت صلعم) ہر قول و فعل کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی اپنے ایمان کی تقویت کا باعث سمجھتے تھے یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہوگا۔ کہ آپ کی تعداد ادبیات اور آپکے اخلاق محسنہ نے مسلمان لوگوں۔ کے دلوں کو اس درجہ تک تسخیر کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ رات کو دن کہتے۔ تو تمام اُمتی لوگ فوراً اقرار کرتے" ۔

افسوس! اگر آریہ مشنری قرآن کریم کی غلطیاں نکالنے کا دعوٰے کرنے سے پہلے اسلام کے متعلق تھوڑی سی واقفیت حاصل کر لیتا۔ تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ اور یہ کہنے کی ہرگز ہرگز جرأت نہ کرتا۔ کہ آنحضرت صلعم کی ہر ایک بات کو یونہی مان لیا گیا۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی کسقدر مخالفت کی گئی۔ آپکے خلاف کسقدر کوششیں ہوئیں۔ آپ کو کیسی تکالیف پہنچائی گئیں۔ اور آپ کے ہر رنگ کے کیسے کیسے خطرناک دشمن پیدا ہوئے۔ ایسی صورت میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپکے لب ہلانے پر جان تک قربان کر دینے والوں نے آپ کی باتوں کو یونہی مان لیا۔ پھر اگر عربی دانی کا دعوٰی کرنے والا مہاشہ اسلامی لٹریچر سے کچھ بھی واقفیت رکھتا۔ تو حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے واقعہ سے معلوم کر لیتا۔ کہ اس نے سورہ مریم کو سنکر قرآن کریم کی نسبت کیا کہا تھا۔ کیا اس نے بھی آنحضرت صلعم کے آگے بے سمجھے سوچے سر تسلیم خم کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بہت دور تھے۔ اور اس کے سامنے وہ چند غریب الوطن اور محتاج مسلمان کھڑے تھے۔ جو دشمنوں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی سے بچنے کی اور کوئی صورت نہ پاکر اس کے پاس بچاؤ کے لئے آئے تھے۔ وہ اپنے ملک کا بادشاہ تھا۔ لیکن قرآن کریم کی چند آیات کو سنتے ہی اُس نے کہدیا۔ کہ یہ وہی وحی ہے۔ جو موسٰے پر نازل ہوئی تھی۔ کیا یہ قرآن کریم کی صداقت اس نے یونہی مان لی تھی۔ یا کسی رعب کی وجہ سے ۔

قرآن کریم کے بےنظیر ہونے کے متعلق غیر مذاہب کے محققین کی رائیں

پھر میں کہتا ہوں موجودہ زمانہ کے محقق عیسائیوں کی گردنوں پر کس نے تلوار رکھی ہے۔ کہ ان سے قرآن کریم کے فصیح و بلیغ ہونے کا اقرار کرایا ہے۔ میں چند ایک غیر مذاہب کے محققوں کی آراء کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ ان کو پڑھ کر چاہئیے کہ آریہ مشنری اپنی لیاقت اور قابلیت پر آنسو بہائے ۔

(۱) جی سیل ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

"قرآن شریف کے متعلق تمام دنیا کو اعتراف ہے کہ وہ انتہا درجہ کی فصیح بے عیب زبان میں لکھا گیا ہے اور یہ مسلمہ ہے۔ کہ اس کی زبان عربی زبان کا معیار ہے" ۔

(۲) پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ہشتم صفحہ ۳۲۶ میں لکھا ہے

"کہ قرآن کریم کی زبان فصیح ترین خیال کیجاتی ہے اور اس میں طرز بیان اور شاعری کی ایسی خوبیاں موجود ہیں۔ کہ اس کی نظیر پیدا نہیں ہو سکتی" ۔

(۳) ڈیول پورٹ نے اپنی کتاب موسومہ "محمد اور قرآن" میں یہ الفاظ لکھے ہیں ۔

"قرآن کے بیشمار اوصاف میں سے دو زیادہ واضح ہیں۔ اوّل وہ ہیبت اور احترام کا لہجہ جو اس خالق اکبر کے متعلق ہر جگہ اس میں ملحوظ رکھا گیا ہے جس کی طرف کوئی انسانی کمزوری اور انسانی خواہش منسوب نہیں کی گئی۔ دوسری خوبی یہ ہے۔ کہ اس میں اوّل سے آخر تک جھوٹ صحیح خراب اخلاق اور نامناسب خیالات۔ محاورات اور حکایات کا نام نشان تک نہیں پایا جاتا۔ جو تمام خرابیاں افسوس ہے کہ اُس کتاب میں بکثرت موجود ہیں۔ جسکا نام عیسائیوں نے "عہد قدیم" رکھا ہے" ۔

الغرض ناظرین کے سامنے ایک طرف یہ قرآن کریم کے فصیح ہونے کے متعلق یورپ کے محققوں کی تحریریں پیش کیں۔ اور دوسری طرف ایک عربی سے بے بہرہ آریہ کے قرآن کریم کی غلطیاں نکالنے کا دعوٰی پیش کیا ہے۔ عقلمند سمجھ لیں۔ کہ کس کی بات ماننے کے قابل ہے۔ اور کس کی رد کرنے کے ۔

اب میں قرآن کریم کے لاثانی ہونے پر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جن کے متعلق آریہ صاحبان کی بھی یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ انہیں ہندو ثابت کریں۔ حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا مطبوعہ کمکسن پریس انارکلی لاہور ایڈیشن ۱۸۷۱ء کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھتے ہیں۔

توریت۔ انجیل۔ زبور۔ پڑھ سن ڈٹھے وید
رہیا قرآن شریف کل جگ میں پردھان

ترجمہ۔ "باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ توریت انجیل۔ زبور اور وید تینوں پڑھ سنکر دیکھ لئے ہیں۔ لیکن قرآن شریف جہان میں سب سے بلند تر اور اعلیٰ ہے" ۔

پھر صفحہ ۲۴۸ میں فرماتے ہیں۔

"رہی کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن"

ترجمہ۔ تحقیق ایمان والی اور صداقت سے بھری ہوئی کتاب صرف قرآن شریف ہی ہے ۔

اب سنئے باوا صاحب کے وہ شلوک جو وید کے متعلق ہیں۔ گرنتھ صاحب سورٹھ محلا پہلا۔

شاستر بید کے کھٹ و بھائی کرم کرو سنسار۔
پاکھنڈ میل نہ چوکئی انتر میل بکار

ترجمہ:۔ شاستر اور ویدوں کی لغو تعلیم سے دنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا۔ مگر اس صورت میں جبکہ تصرف الٰہی اپنا ساتھ دے ۔

پھر گرنتھ صاحب دھناسری محلا میں فرماتے ہیں۔

"پڑھ رہے سگلے وید نا چوکے من بھید"

کہ ویدوں کے پڑھنے سے اطمینان قلب اور شانتی حاصل نہیں ہوتی ؛

اب میں آریہ مشنری سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا ان سب لوگوں نے آنحضرت کی صداقت کے متعلق اندھا دھند یا تلوار کے زور سے شہادت دی ہے۔ اور قرآن کے سامنے تسلیم خم کیا ہے۔

کاش! آریہ مشنری اگر انصاف پسندی سے کام لیتا۔ تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ کہ ان لوگوں نے بغیر کسی تحقیق کے قرآن کریم کو مان لیا۔ اور اندھا دھند آنحضرت صلعم کی تقلید کی۔ میں تھوڑے وقت کے لئے اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لوں۔ تو کہتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کو اس اندھی تقلید کے لئے کس چیز نے مجبور کیا ہوا ہے ؛

کیا وید الہامی ہو سکتے ہیں؟

اس کے بعد میں آریہ مشنری سے سوال کرتا ہوں۔ کہ بقول آپ کے قرآن فصیح و بلیغ اور الہامی نہیں۔ تو آپ اپنے وید کو الہامی ثابت کیجئے۔ لیکن ایسا نہ کبھی آپ نے کیا ہے۔ اور نہ آپ سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وید تو وہی ہے جس میں ویدک ایشور کا حلیہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

”دن اور رات ویدک ایشور کی دو بغلیں ہیں۔
سورج اور چاند اس کی دو آنکھیں ہیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان کا پول ایشور کا منہ ہے“۔
(رگوید صفحہ ۱۳۵۔ ایڈیشن اول)

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے ناظرین آریوں کے پرمیشور کے اس حلیہ کو پڑھ کر ضرور حیرت زدہ ہوں گے۔ اب آریہ صاحبان کا فرض ہے کہ وہ بتائیں۔ کہ اس عبارت میں کونسی معرفت کی بات بتائی گئی ہے۔ اور کونسے عالمانہ رموز اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ کیا فصاحت بلاغت اور خدا کی طرف سے الہامی ہونے والی کتاب کا یہی خاصہ ہے۔ کیا وید کی اسی خوبی پر آریہ مشنری نازاں ہو کر قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کرتا ہے وہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھتا۔ اور پھر اسلام پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ؛

پھر اسی رگوید مقدس کے بھاگ ۲۔ سکت ۹۔ منڈل ۱۱۔ منترا میں لکھا ہے ؛

”کہ پرمیشور کی ہزار آنکھیں ہیں۔ اور ہزار سر اور ہزار پاؤں ہیں“ ؛

اب آریہ مہاشہ بتلائیے۔ کہ جس وید نے ... ... اس ذات کے لئے جو لیس کمثلہ شیئ ہے۔ ... ... کیوں اسقدر سر اور ٹانگیں اور پاؤں تجویز کر لئے۔ کیا یہ بھی فصاحت و بلاغت کا کوئی خاص فن ہے۔ جس کتاب کی یہ حالت ہو۔ کیا اس کے ماننے والا قرآن کریم پر اعتراض کر سکتا ہے۔ جبکہ اس کی فصاحت و بلاغت کا ثبوت مخالفین بھی دے رہے ہوں۔ میں بفضل خدا وید مقدس کے کئی ایک حوالے جو اسی قسم کی فصاحت و بلاغت کا نمونہ تھے۔ پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر مضمون کے طویل ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور معترض کے اصل سوال کو لیتا ہوں۔ جو یہ ہے

آریہ مہاشہ کا اعتراض اور اُس کا جواب

”ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب الیم۔

اس آیت میں معطوف علیہ ”قلوب“ جمع قلب ہے۔ اس لئے لازمی ہے۔ کہ اسکا معطوف بھی سمع بصیغہ جمع ہی آئے۔ مگر یہاں پر سمع واحد لایا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے آگے ابصار جمع بصر ہی استعمال ہوا ہے۔ یہاں علمائے اسلام کی طرف سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ سمع بلحاظ اسم جنس لایا ہے۔ مگر یہ عذر ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اسم جنس ہی استعمال کرنا تھا۔ تو اس کے پیشتر بھی بجائے قلوب کے قلب کہنا چاہیئے تھا“ ؛

مجھے یہ پڑھ کر بڑا تعجب ہوا تھا۔ کہ ایک آریہ مشنری اور عربی دانی کا دعوے اور پھر قرآن کریم کی غلطیاں نکالنے کا مدعی ؛ لیکن جب میں نے اس کے اعتراض کو پڑھا۔ تو ساری حقیقت کھل گئی۔ اور بجائے حیرت کے افسوس ہوا کہ یہ باوجود دعوئے علمیت اور عربی کی واقفیت کے اسلامی کتب سے اسقدر ناواقف ہے۔ کہ جس کی حد ہی نہیں۔ اور پھر اعتراض کرنے کے لئے دوسروں ہی کا پس خوردہ کھانا پڑا۔ جس اعتراض کو پہلے بیسیوں نے کیا اور بیسیوں ہی دفعہ جواب دیئے جا چکے۔ اور پھر مفسرین نے خود اسی اعتراض کو اٹھا کر اسکا جواب دیا۔ اسی کو عربی دان مہاشہ نے پیش کر کے اپنی شیخی بگھارنی چاہی۔ حالانکہ اگر آریہ مہاشہ عربی کی مستند لغاتیں کبھی دیکھتا۔ مثلاً اقرب الموارد یا قاموس وغیرہ۔ یا تفاسیر کو پڑھتا۔ تو اُسے اپنے اعتراض کی حقیقت معلوم ہو جاتی۔ اب اپنے اعتراض کی حقیقت سنئے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ چونکہ اس آیت میں معطوف علیہ قلوب جمع قلب ہے اس لئے لازمی ہے۔ کہ اسکا معطوف بھی سمع بصیغہ جمع لاتے۔ مگر یہاں سمع واحد لایا گیا ہے ؛

صاحب من سمع جو مصدر ہے یہ جمع اور واحد دونو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔

”السمع حس الاذن۔ والاذن وما وقر فیھا من شئی ویکون للواحد والجمع کما فی نحو ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم لانہ فی الاصل مصدر فیحتمل القلۃ والکثرۃ بلفظ واحد“۔

کہ سمع واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ اصل میں مصدر ہے پس وہ ایک ہی لفظ کے ساتھ قلت اور کثرت کا احتمال رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ اس لغات کا مصنف ایک عیسائی ہے؛

(۲) قاموس جلد ثالث میں لکھا ہے ؛

”السمع حس الاذن۔ والاذن۔ وما وقر فیھا من شئی تسمعہ ویکون للواحد والجمع۔ مطلب یہ کہ سمع کا واحد اور جمع دونو پر اطلاق ہوتا ہے ؛

(۳) بیضاوی نے بھی وعلی سمعھم میں سمع کے واحد لانے کی یہ وجہ لکھی ہے۔ کہ

”ووحد السمع للامن من اللبس واعتبار الاصل۔ فانہ مصدر فی اصلہ۔ والمصادر لا تجمع۔ مطلب یہ کہ سمع اصل میں مصدر ہے اور باعتبار اصل کے اسکو واحد استعمال کیا ہے۔ کیونکہ مصادر کا جمع نہیں ہوتا ؛

امید ہے کہ عربی زبان کے ان شواہد کی موجودگی میں مہاشہ صاحب کو دم مارنے کی جرأت نہ ہو گی۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ کر اپنی غلطی اور نافہمی کا اقرار کریں گے ؛

(خاکسار عبید اللہ وزیر آبادی)

دامِ تزویر سے بچو

(از جناب قاضی اکمل صاحب)

لگے کہنے مجھے اِک خضر صورت
کسی کو پھانس لینے میں یگانہ
اِدھر آؤ عزیزِ قومِ احمد
تمہیں کیا یاد ہے پچھلا زمانہ
کہ جب اِک دوسرے پر ہم فدا تھے
سلوک آپس میں رکھتے دوستانہ
بہم پیوست از رُوئے محبت
کہ جوں تسبیح کا دانہ بہ دانہ
بڑی شائستگی سے بات کرتے
بہ رنگِ فقر و اندازِ شہانہ
اُسے مرکز میں لاکر جمع کرتے
جو مِل جاتا کہیں سے ایک آنہ
مگر اب حال یہ ہے تم سے پیارے
گذرتے پاس سے ہیں خودسرانہ
سلام شوق کہنے سے بھی پرہیز
اخوت کا کیا سب خالی خانہ
ہوئے کفار سے بھی ہم تو بدتر
زبانِ حق میں ہمارے ہے زبانہ
پڑھے جاتے ہیں ہمپر رجز دن رات
بھُلا بیٹھے محبت کا ترانہ
مسلماں احمدی آخر ہیں ہم بھی
مسیحا سے تعلق ہے پرانہ
چلو تم ایبٹ آباد اب کے
وہاں لٹتا ہے قرآں کا خزانہ
مکلف کھانا کھاؤ جیسے مرضی
اڑاؤ عیش عیشِ خواجگانہ
عزیزِ من جو میری بات مانو
تو ہو جاؤ ابھی سے تم روانہ
کہا میں نے یہ سُن کر حرفِ مطلب
سمجھتا ہوں یہ باتیں ساحرانہ
برو ایں دام بر جائے دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

انجمن ہائے ضلع گورداسپور کو

بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ بابا محمد حسن صاحب واعظ صدر انجمن احمدیہ کو رمضان شریف کے بعد ضلع کے دورہ پر بھیجا جائیگا۔ سکرٹری صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ واعظ موصوف کی آمد سے قبل مفصل ذیل امور کا خیال رکھیں۔

۱ ۔ تمام احمدی مرد اور عورتوں اور بالغ لڑکوں کی فہرست تیار کی جائے۔ آمد کے لحاظ سے ۸ فی روپیہ چندہ مقرر کیا جائے۔ اس میں ۸ رو پیسے صدر انجمن کے اور ایک پیسہ ترقی اسلام کا ہوگا۔ عورتوں اور بالغ لڑکوں کا چندہ علیحدہ۔ مگر حسب توفیق ہوگا۔ لیکن چندہ کا ہونا ضروری ہے۔

۲ ۔ عید فنڈ یعنی عہ ایک روپیہ فی کس چندہ خاص بموقعہ عید اور فطرانہ ۲۰ فی کس۔ غرباء سے حسب توفیق عید کی نماز سے قبل جمع کرلیا جاوے۔ اور مع فہرست تیار رکھا جائے۔ چونکہ تبلیغ کا کام بڑھ گیا ہے۔ اخراجات کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے امسال اپنے اخراجات کو کم کرکے بھی ادائگی کا انتظام فرما دیں۔

۳ ۔ فصل کے چندہ میں سے جو کچھ بقایا ہو۔ وہ بھی اس موقعہ پر ادا کیا جائے۔

دوستو! سنو باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔

تم ہرگز ہرگز نیکی حاصل نہیں کرسکتے۔ جب تک کہ تم اُس چیز کو جو تمہاری پیاری ہے۔ اس کے راہ میں خرچ نہ کرو۔ پس نیکی حاصل کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی تعمیل کے لئے تیار رہیں۔

والسلام۔

آپ کا خادم

عبدالرحیم سکرٹری انجمن احمدیہ قادیان

النظر

باوا نانک کی سوانح عمری

ہمارے قابل قدر جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" کی سکھ مذہب کے متعلق تحقیقات اور واقفیت خاص پایہ رکھتی ہے۔ آپنے اسوقت تک سکھوں کے متعلق کئی ایک کتابیں تصنیف کرکے اس مثل کو تازہ کردیا ہے۔ کہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" سکھ مذہب کے متعلق چونکہ آپ کی تحریرات کی بناء انہیں کی مسلم کتب گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں وغیرہ پر ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت تک خالصہ صاحبان کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔ اور نہ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ صاحب موصوف کی ایک زبردست کتاب سوانح عمری حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ جس میں ان کے مسلمان ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق میں موجود ہے اسکا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔ جسکا کوئی جواب آج تک خالصہ صاحبان نہ لکھ سکے۔ اس سے اس کتاب کی معقولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کو اب شیخ صاحب موصوف نے مکرر اضافہ اور مناسب تبدیلیوں اور اصلاحات کے بعد پہلے کی نسبت قریباً ڈیوڑھ گنی ضخامت میں شائع کیا ہے۔ لکھائی چھپائی کے لحاظ سے شیخ صاحب موصوف کی کوشش قابل تعریف ہے۔ بہت عمدہ کاغذ پر خاص اہتمام کے ساتھ طبع کرائی گئی ہے۔

چونکہ احمدی احباب کو حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اکثر گفتگو کرنے کا موقعہ پیش آتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر ایک احمدی کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ ہمارے شیخ صاحب کی ذات کافی گارنٹی ہے۔ میرے نزدیک مندرجہ بالا کتاب سکھ مذہب کے متعلق واقفیت بہم پہنچانے کے لئے مفید ذریعہ ہے۔ جن احباب کے پاس پہلا ایڈیشن ہے۔ وہ بھی اس سے لطف حاصل کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں پہلے کی نسبت بہت اضافہ کیا گیا ہے۔ اصل کتاب ۱۸×۲۲ سائز کے ۲۳۲ صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور

ہندوستان کی خبریں

۱۶- رمضان کو حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کا جو حضرت مسیح موعود کے اشد ترین مخالفین میں سے تھے انتقال ہو گیا ہے۔

کرم آباد ضلع گوجرانوالہ میں) ایک علمی کمیٹی زیر نگرانی مولوی ظفر علیخان سابق ایڈیٹر زمیندار قائم ہوئی ہے۔ جسکا کام عربی فارسی انگریزی وغیرہ مفید عام کتب کا اردو میں وسیع پیمانہ پر شائع کرنا ہے اور ہز آنر نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے مولوی ظفر علی خان صاحب سابق ایڈیٹر زمیندار کو اس کی سرپرستی کی اجازت دیدی ہے۔

مختلف مقامات میں حسب ذیل بارش ہوئی ہے چراپونجی ۳۰- انچ۔ میمن سنگھ و دیناج پور ۲- انچ۔ ڈوگرہ ½۱- انچ۔ بہرامپور سمبلپور ورانچی ۱-۱ انچ۔ ڈیرہ دون ۳- انچ۔ مسوری ۵- انچ۔ جھانسی دجگر ½۱ انچ۔ بھڑائچ آگرہ۔ بریلی و میرٹھ ۱- انچ راولپنڈی مری و نواں گاؤں ½۱- انچ۔ ستنا و جبلپور ۱- انچ سیونی ۳- انچ۔ اور نگ آباد ۱-۱ انچ۔

لاہور- ۲۱ مئی آج چند روز ہوئے۔ کہ طوفان باراں زوروں پر ہے کبھی کبھی دن کے وقت دو چار گھنٹے کے لئے مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ مگر رات کے آخری حصہ میں سحری کے وقت ضرور بادل گھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بارش شروع ہو جاتی ہے۔ آج ۸ بجے صبح سے بارش شروع ہے اور مطلع صاف ہونے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی ؛

لفٹنٹ گورنر پنجاب۔ حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب ۲۴ جولائی بروز یکشنبہ شملہ سے روانہ ہو کر ۲۴ کو گوڑگانوہ پہنچیں گے۔ یکم اگست کو آپ نوح اور پلول کا ملاحظہ فرمائیں گے۔ گوڑگانوہ سے روانہ ہو کر آپ ۲- اگست کو رہتک اور ۴ کو حصار کا ملاحظہ کرتے ہوئے ۵- اگست کو ½۸ بجے شام لاہور تشریف لائیں گے۔ ۶ و ۷ کو لاہور میں قیام فرما کر ۸- اگست کو ½۸ بجے شام روانہ ہونگے۔ اور ۹- اگست کی دوپہر کو شملہ پہنچیں گے ؛

جنگ کی خبریں

لڑائی جاری ہے۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے۔ کہ مشرق بیٹرمن میں ہمارے نئے مقامات پر حملہ آور ہونے کے لئے غنیم نے کثیر جمعیت جمع کی۔ شدید آتشباری کے بعد بے شمار سپاہ نے کل ½۶ بجے شام پہلا حملہ کیا۔ اور لڑائی رات بھر جاری رہی۔ لڑائی خصوصاً جنگل ڈلوولڈ میں نہایت ہی خوفناک تھی۔ شدید نقصانات برداشت کرنے کے بعد غنیم جنگل ڈلوڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس نے لونگول کے شمالی نواح میں بھی دخل حاصل کر لیا۔ اس علاقہ میں لڑائی نہایت خونریزی سے جاری ہے۔ دیگر مقامات پر بجہ واٹرلوٹ فارم جس پر اس نے خاص طور پر تین حملے کئے۔ اس کے تمام حملوں کو ہماری آتشباری نے ناکام کر دیا۔ باقی محاذ پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا ؛

لنڈن ۱۹ جولائی۔ برطانوی زخمی افسر اس امر پر زور دیتے ہیں۔ کہ اگرچہ ہماری فہرست نقصانات زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم مقابلتاً ہر پہلو سے بلحاظ زمین طاقت اور حالت فتحمند ہیں۔ انکا بیان ہے۔ کہ ہماری سپاہ آج نہایت ہی خوشدل ہے۔ موجودہ فوائد کا نقصانات سے مقابلہ کرتے ہوئے اگر ہمارے نقصانات موجودہ نقصانات کے مقابلہ میں دس گنا ہوں تو بھی لڑائی کا موسم گرما سے قبل ہی خاتمہ ہو جائیگا اور جرمنی تباہ ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں نقصانات کی اکثر تعداد ایک ماہ میں لڑائی میں شامل ہونیکے قابل ہو جائیگی ؛

خندقوں پر دوبارہ قبضہ۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ جنرل ہیگ کا آج شب کا اعلان مظہر ہے کہ لونگول اور ڈلول کے جنگلوں کی اکثر کھوئی ہوئی زمین پر ہم نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ دو مقامات پر تاحال شدید گولہ باری جاری ہے۔ جنگل ڈلول کے جنوب میں سہ پہر کو ہماری آتشباری نے جرمنوں کی ایک عظیم جمعیت کو جو گلی مونٹ کی جانب سے واٹرلوٹ فارم پر حملہ آور ہونے کے لئے فراہم کی گئی تھی۔ منتشر کر دیا ؛

آسٹریوں کی پسپائی۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ پیٹرو گریڈ روسی غنیم کو لوٹرلیپا سے پار دھکیل رہے ہیں۔ اور انہوں نے لیپا کے مغربی جانب اور سٹائر جنکشن سے شمالی کنارے پر دس میل کے زبردست استحکامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ فوجی مبصرین کا اندازہ ہے۔ کہ روسی جنوبی محاذ پر اب صرف ۲ لاکھ آسٹری سپاہ باقی ہے ؛

ترک لپسپا۔ کوہ قفقاز کی فوج نے جنوب ترابزون اور بیرت کے مغرب میں دشمن کے عقب کی فوج کو پیچھے گراتے ہوئے خاصی پیش قدمی کی ہے۔ گذشتہ چند روز میں ہم نے ۸۵ ترکی افسر اور بارہ سو عسکری گرفتار کئے ہیں ؛